AL-HAYAT Research Journal
Jlali Research Institute of Social Science, Lahore
ISSN (Online): 3006-4767
ISSN (Print):: 3006-4759
Volume 2 Issue 4 (July-September 2025)

امام ابو حنیفہؒ کے اقوالِ مرجوعہ (طلاق رجعی) — فقہی اور نفسیاتی تناظر میں ایک علمی و تحقیقی جائزہ

Imām Abū Ḥanīfah's Retracted Opinions on Divorce (Revocable): A Scholarly and Analytical Study in a Juristic and Psychological Context

Anam Jamil
Senior Lecturer, University institute of medical lab technology University of Lahore
anam.jamil@mlt.uol.edu.pk

Hafiz Ehsan Ullah
Ph.D. Scholar Department of Islamic Studies, Riphah international University Faisalabad
habibhandawi313@gmail.com

Dr. Muhammad Imran Malik
Associate Professor/ Chairman Department of Islamic Studies, Mukabbir University of Science &Technology, Gujrat,
muhammad.imran@mukabbir.edu.pk

Abstract

This research examines the *marjūʿ ʿanhā aqwāl* (retracted opinions) of Imām Abū Ḥanīfah (رحمہ اللہ) on divorce (*ṭalāq*), with particular reference to revocable divorce, in light of authoritative Ḥanafī juristic sources. Divorce in Islamic law is recognised as a permissible but discouraged act due to its profound effects on families, social structures, and the psychological wellbeing of individuals and children. Imām Abū Ḥanīfah, renowned for his intellectual depth and juristic reasoning, initially advanced several opinions on divorce and related issues such as *īlāʾ* (oath of abstinence), *liʿān* (mutual imprecation), *ʿiddah* (waiting period), *nafaqah* (maintenance), and *nasab* (lineage). However, after deeper deliberation and consideration of stronger evidences, he revised some of his earlier rulings. This study argues that such retractions do not reflect inconsistency, but rather demonstrate the refinement of jurisprudential reasoning grounded in the Qur'ān, Sunnah, the verdicts of the Companions, and established legal principles. They reveal Imām Abū Ḥanīfah's intellectual honesty, methodological rigour, and readiness to yield to stronger proofs when presented. By analysing these revised rulings, the research underscores the dynamic and evolutionary character of Islamic jurisprudence and the adaptability of the Ḥanafī school. The findings highlight the significance of recognising juristic retractions not only for a nuanced understanding of Islamic legal flexibility but also for addressing the psycho-social dimensions of divorce alongside its legal aspects. The study concludes that Imām Abū Ḥanīfah's approach provides a valuable model for contemporary jurists in engaging with new and complex issues, balancing fidelity to foundational sources with openness to refinement.

Keywords: Imām Abū Ḥanīfah, Retracted Opinions, Ḥanafī Jurisprudence, Divorce, Psycho-Social Impact, Legal Flexibility

تمہید

اسلامی فقہ میں طلاق ایک نہایت حساس اور نازک مسئلہ ہے۔ اگرچہ شریعت نے اسے بطورِ ضرورت جائز قرار دیا ہے، لیکن اس کے مضر اثرات کی وجہ سے اسے ناپسندیدہ عمل شمار کیا گیا ہے۔ طلاق نہ صرف میاں بیوی کے باہمی تعلقات کو متاثر کرتی ہے بلکہ خاندان اور معاشرے کی وحدت کو بھی متزلزل کرتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ، طلاق کے نفسیاتی اثرات میاں بیوی اور بالخصوص بچوں کی زندگی پر گہرے نقوش چھوڑتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی قانون میں اس موضوع کو نہایت باریک بینی اور احتیاط کے ساتھ زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ اپنی فقہی بصیرت، علمی گہرائی اور اجتہادی قوت کے باعث اسلامی قانون کے سب سے بڑے ائمہ میں شمار ہوتے ہیں۔ انہوں نے طلاق اور اس سے متعلقہ مسائل جیسے ایلاء (قسم کھا کر بیوی سے علیحدگی)، لعان (میاں بیوی کے درمیان لعنت و ملامت کا معاملہ)، عدت، نفقہ اور نسب پر ابتدائی طور پر کئی فقہی آراء پیش کیں۔ تاہم مزید غور و فکر، گہرے مطالعے اور قوی دلائل کی روشنی میں انہوں نے اپنی بعض ابتدائی آراء سے رجوع کیا۔

CC BY

ان اقوالِ مرجوعہ کو تضاد یا کمزوری نہیں بلکہ فقہی بصیرت اور فکری دیانت کی علامت سمجھا جانا چاہیے۔ یہ رجوع اس بات کا ثبوت ہے کہ امام ابو حنیفہؒ جب بھی قرآن، سنت یا اقوالِ صحابہؓ کی روشنی میں زیادہ قوی دلیل سامنے آتی تو اپنی سابقہ رائے ترک کرکے نئی رائے کو اختیار کرلیتے تھے۔ اس طرزِ عمل نے نہ صرف فقہ حنفی کو ایک ارتقائی حیثیت دی بلکہ اس میں لچک اور ہمہ گیریت بھی پیدا کی۔ اس تحقیق کا مقصد امام ابو حنیفہؒ کے اقوالِ مرجوعہ بالخصوص طلاقِ رجعی کے حوالے سے ایک علمی و تحقیقی جائزہ لینا ہے، جس میں فقہی اصولوں کے ساتھ ساتھ طلاق کے نفسیاتی اور معاشرتی اثرات کا بھی احاطہ کیا جائے۔ یہ مطالعہ اس بات کو واضح کرتا ہے کہ فقہ اسلامی جامد نہیں بلکہ ارتقائی اور عصری تقاضوں سے ہم آہنگ نظام ہے جو انسانی فلاح و بہبود اور معاشرتی استحکام کے لیے رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

تعارف

اسلامی قانونِ طلاق ایک نہایت نازک اور حساس موضوع ہے جس کے اثرات فرد، خاندان اور معاشرے پر براہِ راست مرتب ہوتے ہیں۔ شریعتِ اسلامیہ نے طلاق کو ضرورت کے وقت جائز قرار دیا ہے لیکن اس کا کثرت سے استعمال معاشرتی بگاڑ اور اخلاقی زوال کا سبب بنتا ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ نے فقہ اسلامی میں گہرے اجتہاد اور باریک بینی کے ساتھ مسائل پر آراء پیش کیں۔تاہم بعض مسائلِ طلاق میں اُن کے ابتدائی فتاویٰ کو بعد میں ترک کر دیا گیا اور زیادہ مضبوط دلائل اور معتبر مصادر کی روشنی میں نئی رائے قائم کی گئی۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ فقہ حنفی میں ارتقاء اور علمی پختگی کا پہلو نمایاں ہے، اور امام ابوحنیفہؒ نے دلیل کی بنیاد پر رجوع کو علمی دیانت کا حصہ بنایا۔

"وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ"[1]۔

اور اگر انہوں نے طلاق یا جدائی کا پختہ ارادہ کر لیا ہے تو اللہ تعالیٰ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

"عن ابن عمر رضي الله عنهما قال:قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم:أبغض الحلال إلى الله الطلاق"[2]۔ "اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ بری چیز طلاق ہے"۔

1: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے، کہ تمام چیزیں اللہ کے نزدیک پسندیدہ نہیں۔ بعض چیزیں حلال ہونے کے باوجود بھی ایسی ہیں جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں۔انھی میں سے ایک طلاق ہے شریعت نے طلاق کو اس لئے حلال کیا ہے کہ بسا اوقات انسان مجبور ہوتا ہے اور مصلحت یہ تقاضہ کرتی ہے کہ طلاق واقع ہو جائے۔

2: ناپسندیدہ اور بری اس وجہ سے ہے کہ بسا اوقات باہمی نفرت اور دیرینہ عداوت پیدا ہو جاتی ہے جو شیطان کی مسرت اور خوشی کا باعث ہوتی ہے۔چونکہ عموماً اس سے نہ قربِ الٰہی ہوتا ہے اور نہ ثواب ملتا ہے۔اس لئے حتی الوسع اس سے اجتناب کرنا ہی بہتر ہے۔

احوال وظروف کی بنا پر طلاق کی مختلف قسمیں ہیں۔ طلاق احسن، طلاق حسن اور طلاق بدعی

طلاق احسن: (طلاق دینے کا سب سے اچھا طریقہ) یہ ہے کہ کہ ایسے طہر میں ایک صریح طلاق دیں دے کس میں صحبت نہ کی ہو، پھر مزید طلاق نہ دے، بلکہ عدت گزر جانے دے، چونکہ اس صورت میں عدت کے اندر رجوع کرنے کا حق رہتا ہے اور عدت کے بعد بھی تدارک ممکن ہوتا ہے اس لئے طلاق دینے کا یہ سب سے افضل طریقہ ہے۔

طلاق حسن: یہ ہے کہ جس طہر میں صحبت نہ کی ہو اس میں ایک صریح (رجعی) طلاق دے پھر دوسرے طہر میں دوسری صریح طلاق دے، پھر تیسرے طہر میں تیسری طلاق دے، چونکہ اس صورت میں صرف دو طلاقوں تک غور و فکر کا موقع رہتا ہے۔

پھر معاملہ تنگ ہو جاتا ہے اس لئے اس کا دوسرا نمبر ہے۔

اس قسم طلاق یعنی طلاق حسن اس پر سنت کا اطلاق اس حیثیت سے نہیں ہے کہ اس طریقہ سے طلاق دینا پسندیدہ ہے بلکہ اس اعتبار سے ہے کہ یہ طریقہ بھی شریعت میں جائز ہے اور ایسا کرنا موجب مؤاخذہ نہیں۔

طلاق بدعی: مذکورہ دونوں طریقوں کے علاوہ طلاق دینے کی ہر صورت بدعی (بری) ہے۔ مثلاً ایسے طہر میں طلاق دینا جس میں صحبت کی ہو، یا حیض کی حالت میں طلاق دینا یا ایک سے زیادہ طلاقیں ایک ساتھ دینا بدعی ہے اس لئے کہ جب طہر میں صحبت کی گئی تو احتمال ہے کہ حمل ٹھہر گیا ہو، پس عورت اگلا حیض تک شش و پنج میں رہے گی کہ اسے عدت حیض سے گزارنی ہے یا وضع حمل سے؟ عورت کو اس الجھن سے بچانے کے لئے ایسے طہر میں صحبت کی ممانعت کر دی گئی جس میں طلاق دینی ہے اور حیض میں طلاق دینا اس لئے ممنوع ہے کہ حیض میں عام طور پر عورت میلی کچیلی اور بوسیدہ کپڑوں میں رہتی ہے پس احتمال ہے کہ شوہر نے فطری نفرت کی بناء پر طلاق دی ہو اور پاکی

CC BY

کی حالت میں جب عورت کی طرف میلان ہوتاہے مرد عورت سے فائدہ اٹھانے کے بجائے طلاق پر اقدام کرے تو یہ حقیقی اور واقعی ضرورت کہ علامت ہے اس لئے طہر کا زمانہ متعین کیا گیاہے اور حیض کی حالت میں طلاق دینے کی ممانعت کر دی ہے۔

اس باب میں راقم وہ مسائل جمع کرے گا جن کا تعلق مناکحات یعنی طلاق، ایلاء، نفقہ، لعان وغیرہ سے ہیں اور امام ابو حنیفہؒ نے اس سے رجوع کیا ہے۔

مسئلہ نمبر27: صریح الفاظ سے طلاق واقع ہونا: ابن ھمامؒ نے فتح القدیر میں، علامہ مرغینانیؒ نے ھدایہ میں، امام نسفیؒ[3] نے البحر الرائق میں لکھاہے۔ راقم یہاں صرف ابن ھمامؒ کے فتح القدیر پر اکتفاء کریں گا۔

صورت مسؤلہ یہ ہے کہ شوہر نے "انت الطلاق" میں الطلاق مصدر استعمال کیا، "یاانت طالق الطلاق"، میں بھی الطلاق مصدر استعمال کیا تو ایک طلاق رجعی واقع ہو گی، اور اگر تین طلاق کی نیت کرے تو تین طلاق واقع ہو گی۔

امام ابو حنیفہؒ کا پہلا قول یہ تھا کہ ایسی صورت میں اگر شوہر زیادہ طلاق کی نیت کرے گا پھر بھی ایک طلاق واقع ہو گی۔ بعد میں آپؒ نے اس قول سے رجوع کیا ہے اور فرمایاہے کہ اگر ایک کی نیت کرے گا تو ایک طلاق واقع ہو گی اور اگر تین کی نیت کرے گا تو تین واقع ہو گی۔

وجہ رجوع: اس کی وجہ یہ ہے کہ "انت طالق الطلاق" اور "انت طالق طلاقا" میں طلاقاً مصدر کے ساتھ طالق اسم فاعل بھی ہے اور اسم فاعل سے طلاق واقع ہوتی ہے تو اس کے ساتھ مصدر کی تاکید ہو جائے تو بدرجہ اولی طلاق واقع ہو گی۔ اور مصدر میں فرد واحد کا احتمال ہے اور صریح لفظ ہے اس لئے ایک طلاق رجعی واقع ہو گی، اور تین مجموعہ ہے اور جنس ہونے کی وجہ سے فرد حکمی ہے اس لئے تین کی بھی نیت کر سکتاہے۔

اگر شوہر نے تین طلاق کی نیت کیا ہو تو تین طلاقیں واقع ہو گی اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ طالق کے اندر طلاق کا ذکر موجود ہے، چونکہ یہ وصف ہے اور وصف اپنے فعل وغیرہ کے مفہوم کا جزء ہوتاہے۔ اس کا وصف مصدر واقع ہواہے، مصدر کے اندر باالاتفاق عدد کا احتمال ہوتاہے۔ اس وجہ سے امام ابو حنیفہؒ نے قول اول سے رجوع کیا ہے[4]۔

مسئلہ نمبر28: مدت ایلاء کا مسئلہ: ایلاء باب افعال کا مصدر ہے "الیٰ یؤلی ایلاء"، ایلاء کا معنی ہے قسم کھانا۔ ایلاء کا شرعی معنی ہے، "منع النفس عن قربان المنکوحة اربعة اشهر فصاعدا منعا مؤکدا بالیمین" شریعت میں چار ماہ تک بیوی سے نہ ملنے کی قسم کھانے کو ایلاء کہتے ہیں۔

صاحب بنایہ نے لکھاہے کہ ایلاء کے لئے چار چیزیں ہونی چاہئیں

(1) قسم اور یمین کا انعقاد اپنی منکوحہ پر ہو۔

(2) شوہر طلاق دینے کا اہل ہو۔

(3) ایلاء کا حکم یہ ہے حانث ہونے کی صورت میں شوہر پر کفارہ واجب ہوتاہے

(4) اس کی ایک مدت متعین ہے تین یا چار ماہ یا اس سے زائد[5]۔

اگر چار ماہ تک نہ ملنے کی قسم کھائی اور نہیں ملا تو ایک طلاق بائن واقع ہو گی۔ اور اگر مل گیا تو قسم کا کفارہ دینا ہوگا۔ اور اگر چار ماہ سے کم نہ ملنے کی قسم کھائی تو محاورہ میں یہ بھی ایلاء ہے لیکن اس سے طلاق واقع نہ ہو گی۔ البتہ اگر اس مدت سے پہلے مل گیا تو قسم کا کفارہ لازم ہو گا، اور اس وقت تک نہیں ملا تو طلاق واقع نہ ہو گی۔ اس کا ثبوت اس آیت میں ہے، "لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآىِٕهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍۚ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ"[6]۔ وہ لوگ جو اپنی بیویوں کے ہاں نہ جانے کی قسم کھائے، تو ان کے لئے چار مہینے مہولت ہے پس اگر اس مدت میں وہ رجوع کرلے تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ اس آیت میں ہے کہ چار مہینے ہوں تب ایلاء ہو گا۔

صورت مسئلہ یہ کہ امام ابو حنیفہؒ کے پہلے قول کے مطابق چار ماہ کی مدت سے کم ایلاء (یعنی اپنی بیوی کے پاس نہ جانے کی قسم کھانا) درست ہے مثلاً ایک ماہ یا دو ماہ یا تین ماہ تک کے نہ جانے کی قسم کھائی اور چار ماہ تک اس کے داتھ ازدواجی تعلق قائم نہ کیا تو بیوی ایک طلاق بائن سے الگ ہو جائے گی۔

دلیل: حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بیویوں سے ایک ماہ کا ایلاء کیا تھا۔

"انس بن مالک یقول الٰی رسول الله من نسائه وکانت انفکت رجل فاقام فی مشربة له تسعا وعشرین لم نزل فقالوا: یارسول الله الٰیت شهرا فقال: الشهر تسع وعشرین"[7]۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج سے ایلاء کیا

OPEN ACCESS

تھا۔ نبی کریم ﷺ کے پاؤں میں موچ آگئی تھی۔ اس لیے آپ ﷺ نے اپنے بالاخانہ میں انیتس دن تک قیام فرمایا، پھر آپ وہاں سے اترے۔ لوگوں نے کہا کہ یارسول اللہ! آپ نے ایک مہینہ کا ایلاء کیا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مہینہ انیتس دن کا بھی ہوتا ہے۔

بعد میں امام ابو حنیفہؒ نے اس قول سے رجوع کیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ چار ماہ سے کم کا ایلاء درست ہوتا ہے۔

وجہ رجوع: وجہ رجوع امام صاحبؒ کا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ کا فتویٰ ہے۔ "عن بن عباس في أية الايلاء قال الرجل يحلف لامراته بالله لاينكحها تتربص اربعة اشهر فان هو نكحهاالكفر عن يمينه باطعام عشرة مساكين اوكسوتهم اوتحرير رقبه فمن لم يجد فصيام ثلاثة ايام وان مضت اربعة اشهر قبل ان ينكحها خيره السلطان اما يفيء فيراجع واما ان يعزم فيطلق كما قال الله سبحانه وتعالىٰ"[8]۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آیت ایلاء میں ہے کہ: ایک آدمی اپنی بیوی سے خدا کی قسم کھاتا ہے کہ وہ اس سے اس وقت تک شادی نہیں کرے گا جب تک کہ وہ اس سے چار مہینے تک انتظار نہ کرے تو وہ اس کی قسم کا کفارہ ادا کرے گا۔ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا، ان کو کپڑے پہنانا، یا ان کے غلاموں کو آزاد کرنا جس کے پاس اسباب نہ ہو وہ تین دن کے روزے رکھے خواہ چار مہینے گزر جائیں۔ سب سے بہتر سلطان اس سے شادی کرتا ہے اگر وہ اسے پورا کرے تو اسے واپس لے لینا چاہیے یا اگر وہ فیصلہ کرلے تو وہ طلاق دے سکتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

جب آپؒ کو عبد اللہ بن عباس رضی اللہ کا فتویٰ پہنچا تو آپؒ نے رجوع کیا[9]۔

مسئلہ نمبر 29: میاں بیوی کے درمیان لعان کا مسئلہ: لعان مفاعلت کا مصدر ہے، لغوی معنی ہے ہیں دھتکارنا اور رحمت سے دور کرنا۔ اور شریعت میں لعان "شهادات تجرى بين الزوجين مقرونة باللعن والغضب" گواہی میاں بیوی کے درمیان ہوتی ہے جس میں لعنت اور غضب ہوتا ہے۔ ان چار شھادتوں اور لعن اور غضب کو کہتے ہیں، جو میاں بیوی کے درمیان جاری ہوں اور مجموعہ کا نام لعان اس وجہ سے رکھا گیا کہ اس میں لعن مذکور ہوتا ہے جیسے رکوع پر مشتمل ہونے کی وجہ سے نماز کا نام رکوع رکھ دیا گیا اور تشہد پر مشتمل ہونے کی وجہ سے التحیات کا نام تشہد رکھ دیا گیا ہے پس لوان کا نام رکھنا تسمیۃ الکل باسم الجزء کے قبیل سے ہوگا۔

شان نزول: سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صحابی نے اپنی بیوی پر تہمت لگائی، حضور نبی کریم نے ارشاد فرمایا "گواہ لاؤ، ورنہ تمہاری پیٹھ پر حد لگائی جائے گی۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! کوئی شخص اپنی عورت پر کسی مرد کو دیکھے تو گواہ ڈھونڈنے جائے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہی جواب دیا۔ پھر انہوں نے کہا: قسم ہے اُس کی جس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! بیشک میں سچا ہوں اور خدا کوئی ایسا حکم نازل فرمائے گا جو میری پیٹھ کو حد سے بچادے۔ اُس وقت حضرت جبریل علیہ السلام اُترے اور یہ آیتیں نازل ہوئیں[10]۔" وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَ لَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِۙ-اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ۝وَ الْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ۝وَ يَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِۙ-اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝وَ الْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ۝ وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ وَ اَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ"[11]۔ اور وہ لوگ جو اپنی بیویوں پر زنا کی تہمت لگائیں، اور ان کے پاس اپنی ذاتوں کے علاوہ گواہ نہ ہو، تو ان کی گواہی کی صورت یہ ہے کہ شوہر چار مرتبہ گواہی دے کہ بخدا وہ یقینا سچا ہے، اور پانچویں بار کہے اگر وہ جھوٹا ہو تو اس پر اللہ کی لعنت، اور عورت سے سزا کو یہ بات ہٹائے گی کہ وہ چار بار گواہی دے کہ بخدا شوہر یقینا جھوٹا ہے، اور پانچویں بار کہے اگر وہ سچا ہو تو اس (عورت) پر اللہ کا غضب، اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی اور نہ یہ بات ہوتی کہ اللہ توبہ قبول کرنے والا، حکمت والا ہے۔

لعان کا سبب: مرد کا اپنی بیوی پر ایسی تہمت لگانا ہے جو موجب قذف ہو۔

لعان کی شرط: نکاح کا قیام اور اس کی بقاء۔

لعان کا حکم: لعان کے بعد وطی اور استمتاع من المرأۃ کی حرمت[12]۔

صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر شوہر نے اپنی بیوی سے کہا کہ تیرا حمل مجھ سے نہیں ہے۔ اگر حمل کی نفی کے بعد چھ ماہ سے کم بچہ پیدا ہوا تو لعان ہوگا۔

دلیل اس کی یہ ہے کہ جب قذف کرنے کے وقت سے چھ ماہ سے کم میں بچہ ہوا تو یقین ہوگیا کہ قذف کے وقت حمل موجود تھا تو تہمت لگانا پایا گیا اور جب تہمت لگانا پا گیا تو شوہر پر لعان واجب ہوگیا۔ یہ امام صاحبؒ کا پہلا قول تھا، لیکن بعد میں امام ابو حنیفہؒ نے اس قول سے رجوع کیا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ اگر شوہر نے اپنی بیوی سے کہا کہ تیرا حمل مجھ سے نہیں ہے تو اس سے نہ لعان واجب ہوگا اور نہ حد، دلیل یہ ہے کہ جس وقت حمل کی نفی کی گئی اس وقت کا حمل ہونا یقینی نہیں ہے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ پیٹ

CC BY

میں ہوا بھری ہو یا مرض سے پیٹ پھولا ہوا ہو جس کو حمل خیال کیا اس وجہ سے شوہر تہمت لگانے والا شمار نہیں ہوگا اور جب قذف ثابت نہیں ہوا تو لعان واجب نہیں ہوگا۔[13]

وجہ رجوع: یہ مسئلہ اس قاعدے پر ہے کہ شوہر نے صراحت سے تہمت نہ لگائی ہو بلکہ اشارے سے تہمت لگائی ہو تو اس سے لعان نہیں ہے۔ یہاں صراحۃً زنا کی تہمت نہ لگائی بلکہ اشارۃً کہا کہ حمل میرا نہیں ہے اس لئے لعان نہیں ہوگا۔

دوسرا یہ کہ حدیث ہے۔ عن أبي هريرة:أن رجلا أتى النبي صلى الله عليه وسلم فقال:يا رسول الله،ولد لي غلام أسود،فقال:(هل لك من إبل)قال:نعم،قال:(ما ألوانها)قال:حمر،قال:(هل فيها من أورق)قال:نعم،قال:(فأنى ذلك)قال:لعله نزعه عرق،قال:(فلعل ابنك هذا نزعه)[14]۔ سیدنا ابوہریرہ سے مروی ہے کی کہ ایک بدو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور کہنے لگا اللہ کے رسول میری بیوی نے سیاہ رنگ کے بچے کو جنم دیا ہے، اور میں نے اس (کو اپنانے) سے انکار کر دیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا: کیا تمہارے کچھ اونٹ ہیں؟ اس نے عرض کی: ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا "ان کے رنگ کیا ہیں؟" اس نے عرض کی سرخ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا "کیا ان میں کوئی خاکستری رنگ کا بھی ہے؟" اس نے عرض کی ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا "وہ کہاں سے آیا؟" کہنے لگا: اللہ کے رسول ممکن ہے اسے کسی رگ نے کھینچ لیا ہو۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا "اور یہ (بچہ) شاید اسے بھی اس کی کسی رگ نے (اپنی طرف) کھینچ لیا ہو اس حدیث میں اشارے سے تہمت لگائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعان کا حکم نہیں دیا۔

مسئلہ نمبر30: حالت سفر میں بیوہ یا مطلقہ ہو جانے والی کی عدت: صاحب ہدایہ، صاحب بنایہ بدرالدین عینی[15] اور فتح القدیر میں ابن ہمامؒ نے لکھا ہے۔ مسئلے کا حاصل یہ ہے کہ اگر شوہر نے سفر کے دوران کسی شہر میں عورت کو طلاق دی، یا کسی شہر میں اس کا انتقال ہوا تو امام ابو حنیفہؒ کا پہلا قول یہ ہے کہ وہ عورت وہی عدت پوری کرے اور عدت پوری کرنے سے پہلے اس شہر سے قدم نہ نکالے، پھر جب عدت پوری ہو جائے تو بھی محرم کے بغیر وہاں سے نہ نکلے۔ امام ابو حنیفہؒ نے اس قول سے رجوع کیا ہے۔ آپؒ کا دوسرا قول یہ ہے کہ اگر اس عورت کے ساتھ کوئی محرم موجود ہو تو عدت پوری کرنے سے پہلے وہاں سے نکلنے مین کوئی حرج نہیں ہے اور محرم کے ہوتے ہوئے اسی شہر میں عدت پوری کرنا ضروری نہیں ہے۔

وجہ رجوع: کیوں کہ مسافرت اور اجنبیت کی تکلیف دور کرنے اور تنہائی کی وحشت کو بھگانے کے لئے نفس خروج مباح اور جائز ہے اور مسافرت کی تکلیف اور تنہائی کا خوف ایک طرح عذر بھی ہے اور عذر کی وجہ سے نقل مکانی کی گنجائش ہے۔ اس لئے اس معتدہ کے لئے بھی مذکورہ شہر سے نکلنے کی اجازت ہے۔ اور پھر عورت کے حق میں سفر کی حرمت کا سبب کا نہ ہونا ہے اور چوں کہ اس کے ساتھ محرم موجود ہے، اس لئے اس حوالے سے بھی اسے نکلنے کی اجازت مرحمت کی جائے گی[16]۔

مسئلہ نمبر31: شوہر کے غائب ہونے کی صورت میں بیوی کے نان نفقے کا مسئلہ: ایک شخص اگر شوہر نے ایک آدمی کے پاس مال امانۃً رکھ کر شوہر غائب ہو گیا ہو اور اس کی بیوی قاضی کے پاس عدالت میں جا کر یہ کہے کہ میرا شوہر اس شخص کے پاس مال رکھ کر گیا ہے اب مجھے نان نفقہ چاہئے اور جس کے پاس امانت ہے وہ امانت کا اقرار کرتا ہے مگر اس کی بیوی ہونے سے انکار کر رہا ہے تو امام ابو حنیفہؒ فرماتے تھے کہ ایسی صورت میں اگر بیوی دو گواہ قائم کرے اور یہ دو گواہ گواہی دیں کہ یہ عورت اس غائب شخص کی بیوی ہے تو اس کے گواہ قابل قبول ہوں گے اور قاضی اس بیوی کے نان نفقے کا حکم اس مال سے کریں گا۔ یہ امام ابو حنیفہؒ کا پہلا قول جو کہ امام ابو حنیفہؒ نے اس قول سے رجوع کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اس کے کیلئے قاضی نان ونفقے کا حکم نہیں کریں گا۔

وجہ رجوع: وجہ رجوع امام صاحبؒ کا یہ ہے کہ در حقیقت یہ گواہ تو ایک غائب شخص کیلئے نکاح ثابت کر رہے ہیں۔ حالانکہ مودَع اس کی طرف سے خصم نہیں ہو سکتا اثبات نکاح کے اندر، اس بناء پر امام ابو حنیفہؒ نے اپنے سابقہ قول سے رجوع کیا ہے[17]۔

مسئلہ نمبر32: شوہر غائب کا کوئی مال موجود نہ ہو: اگر بیوی کا شوہر غائب ہو اور شوہر غائب کا کوئی مال موجود نہیں، اسکی عورت نے قاضی عدالت میں بینہ قائم کیا کہ میں فلاں غائب کی بیوی ہو اور قاضی سے درخواست کی کہ میرے شوہر غائب پر میرا النفقہ مقرر کر دیا جائے اور اس کے نام پر مجھے قرض لینے کی اجازت دیدی جائے تو امام ابو حنیفہؒ کے قول کی روسے قاضی اسکے نفقہ کا حکم کر دیگا۔ مگر امام ابو حنیفہؒ اس سے رجوع کر لیا ہے، پس قاضی نفقہ کا حکم نہ کریگا[18]۔

OPEN ACCESS

وجہ رجوع: کیونکہ یہ قضاء علی الغائب ہے اور قضاء الغائب جائز نہیں۔" عن علي قال:قال لي رسول الله صلى الله عليه وسلم:إذا تقاضى إليك رجلان،فلا تقض للأول حتى تسمع كلام الآخر،فسوف تدري كيف تقضي"[19]۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ! جب دو آدمی آپ کے پاس فیصلہ کیلئے آئیں تو کسی ایک کے حق میں فیصلہ نہ کرنا جب تک دوسرے کی بات نہ سن لو۔اس سے تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ تم نے فیصلہ کیسے کرنا ہے۔

"عن عبد الله بن الزبير،قال:قضى رسول الله صلى الله عليه وسلم أن الخصمين يقعدان بين يدي الحكم"[20]۔ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ مدعی اور مدعا علیہ دونوں حاکم کے سامنے بیٹھیں گے۔

اس احادیث میں ہیں کہ قضاء علی الغائب جائز نہیں۔

مسئلہ نمبر33: ثبوت النسب: اگر بیوی کو اپنے شوہر کی وفات کی خبر مل جائے اور وہ دوسرا نکاح کر لے اور اس کے ہاں بچہ پیدا ہو جائے، پھر مفقود واپس آجائے تو ایسی صورت میں اس اولاد کا نسب اس کے پہلے شوہر سے ثابت ہوگا، یہ امام ابو حنیفہؒ کا پہلا قول تھا۔اس کی دلیل یہ ہے کہ حدیث ہے۔"الولد للفراش وللعاهر الحجر"[21]۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بچہ صاحب فراش یعنی شوہر یا مالک کا ہوگا اور زناکار کیلئے پتھر ہوں گے۔ بعد میں امام صاحبؒ نے اس قول سے رجوع کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اس صورت میں اولاد کا نسب دوسرے شوہر کی قرار دیجائے گی۔صاحب البحر الرائق، صاحب شامی نے اپنی کتابوں میں امام ابو حنیفہؒ کا رجوع نقل کیا ہے۔

وجہ رجوع: کیونکہ اس دوسرے شوہر کا اس عورت سے ازدواجی تعلق درست تھا، اور بچہ اسی کا ہوتا ہے جس کے ساتھ ازدواجی تعلق ہو۔

عبیداللہ بن حرؓ نے اپنی قوم کی ایک لڑکی سے شادی کر لی، لڑکی کے باپ نے یہ نکاح کرایا تھا، پھر عبیداللہؓ حضرت معاویہؓ [22] کے پاس چلا گیا اور اسے اپنی بیوی کے پاس سے گئے ہوئے ایک طویل مدت گذر گئی، ادھر لڑکی کا باپ فوت ہو گیا، اس کے گھر والوں نے اس کا نکاح ایک اور مرد سے جس کا نام عکرمہؓ تھا کر دیا۔جب عبیداللہؓ کو یہ خبر ملی تو وہ آکر اپنا مقدمہ حضرت علیؓ کے پاس لے گیا. حضرت علیؓ نے اس کی بیوی اسے لوٹا دی، اس وقت اس کی بیوی عکرمہؓ [23] سے حاملہ ہو چکی تھی، آپ نے اسے ایک عادل آدمی کی نگرانی میں رکھ دیا، لڑکی نے پوچھا:"آیا میں اپنے مال یعنی مہر کی رقم کی زیادہ حقدار ہوں یا عبیداللہ بن حر؟آپ نے جواب دیا کہ تو اس کی زیادہ حقدار ہے، یہ سن کر اس نے کہا" میں آپ کو گواہ بنا کر کہتی ہوں عکرمہ کے ذمہ میرا جو کچھ مال اور مہر ہے، وہ میں اسے دیتی ہوں" اس کے بعد وضع حمل ہو گیا تو آپ نے اسے عبیداللہ بن حر کے پاس واپس بھیج دیا اور نومولود کو اس کے باپ (عکرمہ) کے حوالے کر دیا[24]۔

اسلامی قانونِ طلاق کے سماجی و نفسیاتی اثرات: فرد اور خاندان پر ایک جائزہ

طلاق، اگرچہ اسلامی شریعت میں ایک جائز عمل ہے، لیکن قرآن اور احادیث میں اس سے بچنے کی ترغیب دی گئی ہے کیونکہ اس کے فرد، خاندان اور معاشرے پر گہرے سماجی و نفسیاتی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔یہ عمل نہ صرف میاں بیوی کے درمیان تعلقات کا خاتمہ کرتا ہے بلکہ اس سے وابستہ تمام افراد، خاص طور پر بچوں کی ذہنی اور جذباتی صحت پر بھی منفی اثرات ڈالتا ہے۔

1. زوجین پر نفسیاتی و سماجی اثرات

طلاق کا عمل زوجین کے لیے شدید **ذہنی دباؤ اور تناؤ** کا باعث بنتا ہے۔یہ فیصلہ کرنے کے بعد ان میں غصہ، مایوسی، پچھتاوا اور خوف جیسی کیفیات عام ہوتی ہیں۔مرد حضرات میں عموماً سماجی دباؤ اور ناکامی کا احساس پیدا ہوتا ہے، جبکہ خواتین میں تنہائی، عدم تحفظ اور مالی مشکلات کا خوف نمایاں ہوتا ہے۔بعض اوقات یہ کیفیات **ڈپریشن (Depression)** اور **اینزائٹی (Anxiety)** جیسے نفسیاتی عوارض کا سبب بھی بن سکتی ہیں۔سماجی طور پر، طلاق یافتہ افراد کو کئی چیلنجز کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جیسے کہ خاندان اور معاشرے میں ان کے مقام کا تبدیل ہونا اور نئے رشتوں کا قیام۔

2. بچوں پر گہرے اثرات

بچوں پر طلاق کے اثرات سب سے زیادہ شدید اور دیرپا ہوتے ہیں۔والدین کی علیحدگی بچوں میں ذہنی تناؤ اور بے چینی کو بڑھا دیتی ہے، جس سے ان کی زندگی میں عدم استحکام پیدا ہوتا ہے۔اس صورتحال سے ان میں درج ذیل مسائل پیدا ہو سکتے ہیں:

OPEN ACCESS CC BY

- **تعلیمی اور رویہ جاتی تبدیلیاں:** گھر کے ماحول میں کشیدگی کی وجہ سے بچوں کی تعلیمی کارکردگی متاثر ہو سکتی ہے۔ وہ غصے، جارحانہ رویے کا اظہار کر سکتے ہیں یا اس کے برعکس بہت زیادہ حساس اور ڈرپوک بن سکتے ہیں۔
- **خوداعتمادی کی کمی:** بچے اکثر خود کو والدین کی علیحدگی کا ذمہ دار سمجھتے ہیں، جس سے ان میں خوداعتمادی کی کمی اور شرمندگی کا احساس پیدا ہوتا ہے۔
- **والدین سے تعلقات میں بگاڑ:** بچے اکثر اپنے آپ کو والدین میں سے کسی ایک کے خلاف صف آراء کر لیتے ہیں، جو ان کے باہمی تعلقات کو مزید پیچیدہ بنا دیتا ہے۔

3. قرآن وسنت کی روشنی میں رہنمائی

اسلامی شریعت نے طلاق کو ایک ایسے مشکل ترین وقت کے طور پر پیش کیا ہے جب فرد کو نفسیاتی اور روحانی سکون کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی لیے اسلامی تعلیمات میں طلاق کے بعد بھی زوجین کو ایک دوسرے کے ساتھ **حسن سلوک** کی تاکید کی گئی ہے۔ قرآن میں عدت کے دوران مردوں کو ہدایت دی گئی ہے کہ وہ اپنی بیوی کو مناسب طور پر اپنے پاس رکھیں تاکہ تعلقات کو دوبارہ جوڑنے کا موقع مل سکے یا پھر اچھے طریقے سے انہیں چھوڑ دیا جائے۔[**القرآن، 2:231**] اس کے علاوہ، نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات میں صبر واستقامت، اللہ پر توکل اور دعا کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے جو اس مشکل دور میں نفسیاتی سکون کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ یہ اصول آج کے ماہرین نفسیات کے "**Mediation and Counseling**" کے تصورات سے مشابہت رکھتے ہیں جو طلاق کے دوران تناؤ کو کم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

نتائج (Findings)

1۔ امام ابوحنیفہؒ کے بعض ابتدائی فتاویٰ طلاق کے صیغوں، ایلاء کی مدت، لعان، عدت، نفقہ اور نسب کے حوالے سے بعد میں ترک یا ترمیم کیے گئے۔

2۔ یہ ترک یا تبدیلی کسی تضاد کی بنا پر نہیں بلکہ زیادہ قوی دلائل (قرآن، سنت اور آثارِ صحابہؓ) کی بنیاد پر کی گئی۔

3۔ امام صاحبؒ کی یہ علمی روش ان کی دیانت، اجتہادی بصیرت اور دلیل پسندی کی عکاس ہے۔

4۔ اس طرزِ عمل سے فقہ حنفی میں وسعت، لچک اور استدلالی طاقت واضح ہوتی ہے۔

سفارشات (Recommendations)

1۔ جدید محققین کو چاہیے کہ وہ امام ابوحنیفہؒ کے ان مرجوح اقوال کا تفصیلی مطالعہ کریں تاکہ فقہ اسلامی کی ارتقائی جہت مزید نمایاں ہو۔

2۔ دینی اداروں کے نصاب میں امام ابوحنیفہؒ کے رجوع کردہ مسائل کو بطورِ کیس اسٹڈی شامل کیا جائے تاکہ طلبہ اجتہاد کی حقیقت اور عملی صورت کو بہتر سمجھ سکیں۔

3۔ فقہ کے طلبہ کو یہ سمجھایا جائے کہ رجوع کسی کمزوری کی علامت نہیں بلکہ علمی دیانت اور دلیل پسندی کا ثبوت ہے۔

4۔ عصرِ حاضر کے فقہی مسائل میں بھی اس اصول کو اپنایا جائے کہ اگر زیادہ قوی دلیل سامنے آجائے تو پرانی رائے کو ترک کرنے میں تردد نہ ہو۔

---

[1] سورۃ البقرۃ، (1)227

[2] امام ابوداؤدسلیمان بن اشعث السجستانی، (المتوفیٰ275ھ)، سنن ابی داؤد، الطبعۃالاولیٰ ، (دارالرسالۃ العالمیۃ)، 2009ء، 505/3۔

[3] علامہ نسفیؒ فقیہ، مفسر تھے، علاقہ نسف کی طرف نسبت ہے، ان کی ولادت کی تاریخ میں نہیں ملتی، آپ کے مشائخ حمید الدین ضریر، احمد العتابی، بدرالدین خواہر زادہ تھے، ان کی تفسیر، فقہ اور اصول فقہ میں تصانیف ہیں، آپؒ 710ھ میں خوزستان کے قریب اصفہان سفر میں انتقال کر گیا، وہیں دفن ہوئے

[4] ابن ہمام، کمال الدین محمدبن عبدالواحدالسیواسی، (المتوفیٰ861ھ) فتح القدیر، الطبعۃ الاولیٰ، (لبنان: دارالفکر العلمیۃ) 2002ء، 24/4

[5] بدرالدین عینی، محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن الحسین، (المتوفیٰ855ھ)، البنایۃ شرح الہدایۃ، الطبعۃ الاولیٰ، (بیروت لبنان: دارالکتب العلمیۃ) 1420ھ، 60/4

[6] سورۃ البقرۃ، (1):127

OPEN ACCESS

[7]بخاری،ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل،(المتوفیٰ 256ھ)، صحیح البخاری،بدون الطبعة،(کراتشی:مکتبة البشریٰ)،2016ء ،1901/3

[8]البيهقي،ابی بکر احمد بن الحسین بن علی،(المتوفیٰ458ھ)،السنن الکبریٰ،الطبعة الثانية،(بیروت:دار الکتب العلمية)2002ء،623/7

[9]البابرتی،محمد بن محمد اکمل الدین ابو عبداللہ ابن شیخ شمس الدین ابن الشیخ جمال الدین الرومی،(المتوفیٰ786ھ)العنایة،الطبعة الاولیٰ،(لبنان:دار الفکر العلمية)2004،127/4

[10]بخاری،ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل،(المتوفیٰ 256ھ)، صحیح البخاری،بدون الطبعة،(کراتشی:مکتبة البشریٰ)،2016ء ،2110/3

[11]سورۃ النور،(24):10،6

[12]بدر الدین عینی،محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن الحسین،(المتوفیٰ855ھ)،البنایة شرح الهدایة، الطبعةالاولیٰ، (بیروت لبنان :دار الکتب العلمية)1420ھ ،323/5

[13]ابن همام،کمال الدین محمدبن عبدالواحدالسیواسی،(المتوفیٰ861ھ)فتح القدیر،الطبعة الاولیٰ،(لبنان:دار الفکر العلمية)2002ء،293/4

[14]بخاری،ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل،(المتوفیٰ 256ھ)، صحیح البخاری،الطبعةالخامسة،(دمشق:دار ابن کثیر،دار الیمامة)،1993ء ،2032/5

[15]آپ کالقب بدر الدین تھا، قاضی القضاۃ خطاب تھااور بڑے محدث اور مؤرخ میں شمار کئے جاتے ہیں،آپ کا تعلق حلب سے تھااور یہی زندگی کی اکثر مدت گزاری،آپ کثیر تصانیف کے مصنف ہے،آپ بروز منگل 4ذی الحجہ 855ھ قاہرہ میں وفات ہوئے

[16]ابن همام،کمال الدین محمدبن عبدالواحدالسیواسی،(المتوفیٰ861ھ)فتح القدیر،الطبعةالاولیٰ،(لبنان:دار الفکر العلمية)2002ء،313/4

[17]السرخسی،محمد بن احمد بن یحیی بن ابی سهیل شمس الائمة،(المتوفیٰ483ھ)المبسوط السرخسی،بدون الطبعة،(بیروت:دار اکتاب موافق للمطبوع)1414ھ،197/5

[18]ابن همام،کمال الدین محمدبن عبدالواحدالسیواسی،(المتوفیٰ861ھ)فتح القدیر،الطبعة الاولیٰ،(لبنان:دار الفکر العلمية)2002ء،372/4

[19]الترمذی،ابو عیسی محمد بن عیسی،(المتوفیٰ 279ھ)سنن ترمذی، الطبعةالثانية،(مصر:شرکةومطبعة مصطفیٰ البابی الحلبی)، 1985ء،610/3

[20]امام ابوداؤد،سلیمان بن اشعث السجستانی،(المتوفیٰ275ھ)،سنن ابی داؤد،الطبعةالاولیٰ،(دار الرسالة العالمية)، 2009ء،440/5

[21]مسلم،ابو الحسین مسلم بن حجاج بن مسلم القشیری،(المتعفیٰ875ء)صحیح مسلم،الطبعة الاولیٰ،(ترکیا:دار الطباعةالعامرة)،1334ھ،171/4

[22]سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ابوسفیان بن حرب کے بیٹے تھے،آپ کی والدہ کا نام ہندہ تھا آپ 6ھ میں صلح حدیبیہ کے ایمان لائے،آپ کو کتابت وحی کے ساتھ ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطوط تحریر کرنے کی بھی سعادت حاصل ہوئی(تاریخ کبیر 108/8)76 برس کی عمر میں آپ کا انتقال 680ء دمشق میں ہوا۔

[23]سیدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ ابوجہل کے بیٹے ہیں جو بعد کو اسلام لائے، قبول اسلام کے بعد آپ کی پیشانی اللہ کی رضا کیلئے وقف کر دیا تھا،قرآن کے ساتھ والہانہ شغف تھا،آپ کی شہادت یرموک 15ھ میں ہوئی۔

[24]بیهقي،للامام ابی بکر احمد بن الحسین بن علی(المتوفیٰ458ھ)السنن الکبریٰ،حققه محمدعبدالقادر عطا،الطبعةالثالثة،(بیروت:دار الکتب العلمية)2003ء،703/7